جہانِ ادب وصحافت

مطبوعات ادارہ معارف اسلامی

نام کتاب	مصنف	صفحات	قیمت
مولانا مودودیؒ کی نثر نگاری	ڈاکٹر امتیاز احمد	۱۹۲	۱۲۰/- روپے
صدائے رستاخیز	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۵۴۴	۲۷۵/- روپے
بانگِ سحر	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۴۴۴	۲۳۵/- روپے
آفتابِ تازہ	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۴۵۸	۲۴۵/- روپے
جلوۂ نور	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۲۱۴	۱۳۵/- روپے
ارمغانِ مودودیؒ (علمی وفکری جائزہ)	ترتیب: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی رسلیم منصور خالد	۶۴۸	۵۰۰/- روپے
تذکرہ سید مودودیؒ (۳ جلدیں)	زیر نگرانی: جناب نعیم صدیقیؒ	۲۷۱۲	۱۸۷۵/- روپے
آفاقِ دعوت (سفرنامہ)	مولانا خلیل احمد حامدیؒ	۳۸۰	۱۲۰/- روپے
اسلام اور ذرائع ابلاغ	فہمی النجار	۱۳۲	۶۰/- روپے
تماشائی (ادب پارے)	م۔نسیم	۲۵۶	۶۰/- روپے
درست اردو	پروفیسر آسی ضیائی	۱۴۸	۵۰/- روپے
لمحوں کی زنجیر (نظم)	اعجاز رحمانی	۲۷۰	۷۵/- روپے
مولانا مودودی کا سفر سعودی عرب	الاستاذ خلیل احمد حامدیؒ	۱۵۸	۶۰/- روپے
نور منارہ	لالہ صحرائی	۲۲۶	۴۵/- روپے
ماہر القادری (حیات وادبی خدمات)	ڈاکٹر عبدالغنی فاروق	۵۱۲	۲۲۵/- روپے
چمن میری امیدوں کا	لالہ صحرائی	۳۳۸	۶۰/- روپے
چراغ جلتے رہے (نظم)	صبا حسنی	۱۵۲	۳۰/- روپے
اسیرانِ روشن خیالی (روداد زنداں)	حافظ محمد ادریس	۱۴۴	۷۰/- روپے

ملنے کا پتا

مکتبہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور

پوسٹ کوڈ: 54790 فون: 5432419-5432476-5419520-4

ادارہ معارف اسلامی

قصہ 'کشکول' ٹوٹنے اور قرضوں کے انبار بڑھ جانے کا!

پروفیسر خورشید احمد

اونٹ بے چارہ تو ویسے ہی بدنام ہے کہ جسے دیکھو فٹ سے کہہ دیتا ہے: 'اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی'۔ جنرل پرویز مشرف اور ان کے بینکر وزیراعظم جناب شوکت عزیز کی حکومت کے دعووں اور کارناموں پر زمینی حقائق کی روشنی میں نظر ڈالیے تو اونٹ سے ہمدردی بڑھ جاتی ہے کہ بے داد کے اصل مستحق کون ہیں اور بدنام کون!

'کشکول ٹوٹنے' کی بات گذشتہ چند سال سے اس تکرار کے ساتھ کہی گئی ہے کہ اب، جب کہ الیکشن کے موسم کی آمد آمد ہے' ہر سرکاری ترجمان کی زبان پر اس طرح رواں ہے کہ لوگ اسے حکمرانوں کا تکیہ کلام سمجھنے پر مجبور ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس حکومت کے کارپرداز ہٹلر کے وزیراطلاعات (بہ الفاظ صحیح تر دروغیات) کے اس 'نسخۂ کیمیا' پر عمل پیرا ہیں کہ ''ایک جھوٹ کا اس تکرار سے اظہار کرو کہ لوگ اسے سچ ماننے لگیں''۔

جس طرح صدر بش اور امریکی انتظامیہ نے خصوصیت سے نائن الیون کے بعد ہر محاذ پر اور خصوصیّت سے 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' (امریکا کی سلامتی کو خطرہ اور 'عراق کے عام تباہی کے اسلحہ' (weapons of mass destruction) کے عنوان سے جس ڈھٹائی سے تھوک کے بھاؤ غلط بیانیوں کو اپنی پالیسی کا مؤثر آلہ بنایا ہے اسی طرح جنرل پرویز مشرف، وزیراعظم شوکت عزیز اور ان کے اشتہار بازوں نے 'معاشی فتوحات' کا سماں باندھا ہوا ہے لیکن وہ ابراہم لنکن کے اس تاریخی قول کو شاید بھول گئے کہ ''سب انسانوں کو کچھ دیر کے لیے اور کچھ افراد کو بڑی دیر تک

بے وقوف بنایا جاسکتا ہے مگر تمام انسانوں کو مستقل طور پر جھانسہ دینا ممکن نہیں''۔ انسانی کیفیات اور تاریخ دونوں کا فیصلہ ہے کہ جھوٹ اور غلط بیانی خواہ کیسی ہی تکرار اور کتنی ہی تحدّی سے کی جائے بالآخر اس کا پردہ چاک ہوکر رہتا ہے اور پھر دونوں کا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجاتا ہے۔ جادو سر چڑھ کر بولے یا نہ بولے مگر سچ کا بالآخر بول بالا ہوکر رہتا ہے اور یہی اللہ کا قانون بھی ہے کہ جب حق ظاہر ہوجاتا ہے تو پھر باطل کے لیے پادر ہوا ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اس لیے کہ باطل کا تو مقدر رہی ہے کہ حق کی آمد پر دم دبا کر میدان چھوڑ دے۔ (جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا)۔

اگست ۲۰۰۷ء میں اسٹیٹ بنک آف پاکستان نے پاکستان پر قرضوں کی اصل بوجھ کے جو اعداد و شمار شائع کیے ہیں وہ 'کشکول توڑ دینے' کے فسانے کی حقیقت کو کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق گذشتہ چار سال میں' یعنی ۲۰۰۳ء سے مئی ۲۰۰۷ء تک موجودہ حکومت نے بیرونی ممالک اور اداروں سے ۱۵ ارب ڈالر (۱۵ بلین ڈالر) کے نئے قرضے حاصل کیے ہیں۔ اب' یعنی اگست ۲۰۰۷ء میں بیرونی قرضوں اور ذمہ داریوں کا کل حجم ۴۰ ارب ڈالر (۴۰ بلین ڈالر) سے متجاوز ہے۔ لطف یہ ہے کہ ۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۷ء کے چار برسوں میں پاکستان نے ۹ء۷ ارب ڈالر کی مالیت کے قرض واپس بھی کیے ہیں جس کے نتیجے میں ۲۰۰۳ء میں کل بیرونی قرضہ جو اس وقت ۳۳ء۳۵ بلین ڈالر تھا کم ہوکر ۲۳ء۶۴ ارب ڈالر ہوجانا چاہیے تھا مگر ۱۵ ارب ڈالر سے زائد کے نئے قرضے لے لیے گئے جن کی وجہ سے یہ دوبارہ ۳۸ء۶۹۹ بلین ڈالر کی حدوں کو چھونے لگا' اور اس میں اگر دوسری غیر ملکی ذمہ داریوں (liabilities) کا اضافہ کرلیا جائے تو اگست ۲۰۰۷ء میں وہ ملک جس کے کشکول توڑنے کے ڈھول پیٹے جارہے ہیں ۴۰ء۱۷۲ بلین ڈالر کا مقروض تھا۔ واضح رہے کہ اس وقت ان قرضوں کی وجہ سے صرف سود کی مد (debt-servicing) میں پاکستان کو ۳ء۳۱۴ بلین ڈالر سالانہ ادا کرنا پڑ رہے ہیں جو دراصل نئے قرضے لے کر ادا کیے جاتے ہیں اور قرض کا اصل بار نہ صرف کم نہیں ہوتا بلکہ مزید بڑھ جاتا ہے اور سب سے بڑا ظلم یہ کہ اس گراں باری کے باوجود ملک کی پیداواری صلاحیت (productive capacity) میں کوئی حقیقی اضافہ نہیں ہوتا۔

جنرل پرویز کی حکومت کے دور میں بیرونی قرضوں اور کل بیرونی ذمہ داریوں کا موازنہ کیا جائے تو صورت حال یہ بنتی ہے:

	۲۰۰۰ء	۲۰۰۷ء
● بیرونی قرضہ جات	۳۲٫۴۶۹ بلین ڈالر	۳۸٫۶۹۹ بلین ڈالر
● مجموعی مقروضیت' یعنی بیرونی قرضہ جات + بیرونی ذمہ داریاں	۳۴٫۹۷۶ بلین ڈالر	۴۱٫۱۷۲ بلین ڈالر

اگر ہم ایک نظر میں کشکول ٹوٹنے کی کرامات کو دیکھنا چاہیں تو کچھ یہ تصویر سامنے آتی ہے:

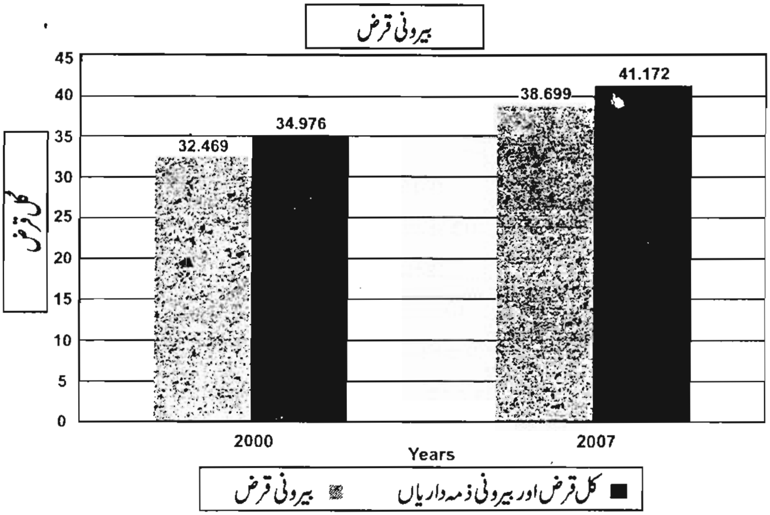

واضح رہے کہ ملک میں کی جانے والی جس بیرونی سرمایہ کاری کا بڑا شور ہے وہ ملک کی عام صنعتی پیداوار بڑھانے کا قرارواقعی ذریعہ نہیں بنی بلکہ اس کا سارا بہاؤ سروس انڈسٹری کی طرف ہے جس میں برقی مواصلات (telecommunications) اور بنکاری کو مرکزی اہمیت حاصل ہے یا اسٹاک ایکسچینج میں سٹے (speculation) پر مبنی سرمایہ کاری۔

تازہ اعداد و شمار کی روشنی میں یہ ادارے نفع کی شکل میں جو مبادلہ خارجہ ملک سے باہر لے جا رہے ہیں وہ ۲۰۰۷ء میں ایک بلین ڈالر کے قریب ہوگیا ہے اور سال گذشتہ میں اس رقم میں ۶۰ فیصدی اضافہ ہوا ہے۔